خطبہ جمعہ

جب کوئی دعا کرنا چاہے تو حمد و ثنا سے شروع کرے۔ پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے اور پھر جو چاہے دعا کرے

خداتعالیٰ دعا کو قبول فرماتاهے لیکن چاهئے که پهلے اس کے احکام پر بهی عمل کریں اور اس پر ایمان لائیں

روزہ دار کی افطاری کے وقت کی دعا ردّ نہیں کی جاتی

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاهر احمد خلیفة المسیح الرابع ایده الله تعالیٰ بنصره العزیز- فرمودہ ۲۳؍نومبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۳؍نبوت ۱۳۸۰ھجری شمسی بمقام مسجد فضل

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کررہاہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم و لا الضالين-

آج خداتعالیٰ کی صفت مجیب سے متعلق خطبہ ہوگا۔ اس کا حل لغات پہلے میں آپ کے سامنے بیان کردیتاہوں۔ جواب کا لفظ سوال کے مقابل پر بولا جاتاہے اور سوال دو طرح کا ہوتاہے۔ ایک یہ کہ ظاہری طور پر کسی بات کا جواب طلب کرنا تو اس کا جواب ظاہری قول کی صورت میں ہوگا۔ یعنی آپ کسی جگہ رستہ پوچھیں، کوئی بات پوچھیں جس کا علم نہیں تو جیسا سوال ہے ویسا ہی ظاہری جواب ہوگا۔ دوسرے یہ کہ کوئی نعمت طلب کی جائے کہ مجھے یہ دے دو تو وہ نعمت کا جواب نعمت دیئے جانے کی صورت میں ہی ہوگا۔ پہلی قسم کی مثال یہ ہے (اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ) اللہ کا رسول جو تمہیں بلاتاہے تو اس کا جواب دیا کرو۔ اور دوسری قسم کی مثال یہ ہے (قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا فَاسْتَقِیْمَا) یعنی مَیں نے تمہیں وہ دے دیاہے جو تم دونوں نے مانگا تھا۔

اور "اَلْاِسْتَجَابَةُ" کے لفظ کے بارے میں کہا گیاہے کہ یہ بھی اَلْاِجَابَةُ یعنی جواب دینے کے ہی مفہوم میں استعمال ہوتاہے جبکہ اس کے اصل معنے جواب دینے کی سعی کرنے اور اس کی تیاری کرنے کے ہیں۔

یہ حل لغات تو میں نے بیان کردی ہے۔ آیت پہلے پڑھنے والی تھی وہ اب پڑھتاہوں۔ سورة البقرہ آیت ۱۸۷۔ ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ . اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ . فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾۔ اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتاہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

یہاں سب سے پہلا جو قابل غور نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ بندے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ تو ان کو جواب دے کہ مَیں قریب ہوں۔ وہ جب تجھ سے سوال کریں تو مَیں سن رہاہوں، مَیں قریب ہوں۔ اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے زیادہ قریب ہے لیکن کچھ شرطیں ہیں اس کی۔ ﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ مَیں ہر دعا کرنے والے کی دعا کو، اس کی پکار کو سنتاہوں جب وہ مجھے بلاتاہے لیکن ایک شرط کے ساتھ ﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ﴾ کہ وہ بھی تو میری ہدایت کی آواز کو سنا کریں اور اس پر لبیک کہا کریں ﴿وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾ اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنَ الدُّعَاءِ"۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز اور کوئی چیز نہیں۔

فُضَاله بن عُبَید بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا۔ اس نے آپ پر درود نہ بھیجا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس نے جلدبازی سے کام لیاہے۔ پھر آپؐ نے اسے بلایا اور اسے یا کسی اور کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے لگے تو الحمدللہ اور ثنا سے شروع کرے۔ پھر اسے چاہئے کہ نبی (ﷺ) پر درود بھیجے، پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰة۔ باب الدعا)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر شخص جو بھی دعا اللہ تعالیٰ سے کرتاہے وہ سنی جاتی ہے۔ وہ یا تو اسی دنیا میں اُس کے لئے پوری کردیتاہے یا آخرت میں اس کی خاطر ذخیرہ کردیتاہے یا اُس کی دعا کی مقدار کے مطابق اس کے گناہوں میں سے معاف کردیتاہے بشرطیکہ اُس کی دعا میں گناہ یا قطع رحمی کا عنصر شامل نہ ہو یا بشرطیکہ وہ دعا میں جلدبازی نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ جلدبازی کیسے کرتاہے؟۔ فرمایا: وہ کہتاہے: مَیں نے اپنے ربّ سے (بہت) دعا کی مگر اُس نے میری دعا نہیں سنی۔ (ترمذی۔ کتاب الدعوات)

اس سلسلہ مین اولیاء میں سے ایک کی روایت آتی ہے کہ ایک شخص بہت ولی اللہ مشہور تھا اور مشہور تھا کہ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس کے ایک مرید نے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھے بھی اپنے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت دیں، مَیں بھی دیکھوں کہ آپ کیسی دعائیں کرتے ہیں۔ وہ ایسی دعائیں کر رہے تھے نسبتاً ہلکی سی بلند آواز میں جو سننے والا سن رہا تھا اور آخر پہ جو اس کا جواب تھا خداتعالیٰ کی طرف سے وہ بھی اس نے سن لیا۔ اس کو سمجھانے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے وہ الہام ایسا کیا کہ اس کی آواز اس کو بھی آگئی۔ جواب یہ تھا کہ مَیں نے تیری کوئی دعا قبول نہیں کی۔ اس پر وہ شخص جو تھا وہ تو تقریباً مرتد ہونے والا ہوگیا۔ اس نے کہا کہ یہ کیسا عجیب عالم ہے جس کے پیچھے میں لگاہوا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تو کہتاہے مَیں تیری کوئی دعا قبول ہی نہیں کرتا تو پھر یہ لگاہواہے شور مچانے دعا کرتے چلے جانے میں۔ اس پر اس نے عرض کی یااللہ میں جو مانگنے والا ہوں مَیں تو اس در سے نہیں جاؤں گا۔ تو چاہے رد کرتا چلا جا۔ اس پر اس کو الہام ہوا کہ آج تک تو نے جتنی دعائیں مانگی ہیں وہ مَیں ساری قبول کرتاہوں۔

تو یہ دعاؤں میں صبر کی علامت ہے اور مایوسی گناہ ہے۔ ہر انسان جو دعائیں کرتاہے کہ مایوسی سے بڑا گناہ کوئی نہیں۔ ابلیس نام ہی مایوسی کاہے۔ پس دعاؤں میں صبر کریں اور نہ بھی سنی جائیں تو بہت طریقوں سے جیساکہ آگے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے اقتباس بھی آئیں گے وہ دعائیں کسی نہ کسی رنگ میں قبول ضرور ہوجاتی ہیں۔

حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کررہے تھے۔ اس دوران انہوں نے بلند آواز سے دعائیں کرنا شروع کردیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم تو ایسی ہستی کو پکار رہے ہو جو قریب و مجیب ہے۔ وہ تمہاری دعا کو سنتا ہے اور اس کو قبول فرماتاہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے ابوموسیٰ! کیا مَیں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے کی خبر نہ دوں؟ اور وہ (خزانہ) ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند الکوفیین)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بڑی جامع دعاہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی خوف کی بات نہیں ہے (لَاحَوْل) مگر صرف اللہ سے ڈرنا چاہئے اور کسی سے نہیں ڈرنا چاہئے۔ اور کوئی بھی قوت نہیں انسان میں مگر وہ جو خداتعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔ تو یہ ایک بہت ہی جامع مانع دعاہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا طریق تھا کہ جب اذان کے وقت کہا جاتا تھا

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحْ ۔یہ دو دفعہ جب کہتے تھے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔

حضرت سلیمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی چیز قضا کو نہیں روک سکتی مگر دعا۔ اور کوئی چیز عمر کو دراز نہیں کرتی مگر نیکی۔(سنن ترمذی کتاب القدر)

اب اس میں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ قضا و قدر میں اگر تبدیلی کر سکتی ہے تو دعا ہی ہے اور یہ بھی قضا و قدر کا حصہ ہوتا ہے۔ پس شفاعت ایک الگ مضمون ہے اور جو درد دل سے دعا کی جاتی ہے وہ بھی کئی دفعہ آئی بلاؤں کو ٹال دیتی ہے۔ اور انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجھے بھی ایسے خطوط آتے رہتے ہیں دعاؤں کے متعلق کہ بعض لوگوں کو کینسر ہوا جس کا ڈاکٹروں کے نزدیک کوئی علاج نہیں تھا سوائے اس کے مرنے کی تیاری کی جائے اور بغیر کسی علاج کے، بغیر کسی ظاہری دوا کے اللہ تعالیٰ نے ان کو خوشخبری دی اور وہ کینسر ٹھیک ہو گیا۔ تو بیماریاں دور ہو بھی جاتی ہیں اور بغیر علاج کے بھی دور ہو سکتی ہیں مگر دعا پر بھروسہ رکھنا ضروری ہے اور ایمان لانا ضروری ہے۔ دوسرا ہے 'عمر کو کوئی چیز دراز نہیں کرتی مگر نیکی'۔ اس سے مراد دراصل یہ ہے کہ جب تم لوگوں سے نیکیاں کرتے ہو تو وہ دعائیں دیتے ہیں اس لئے اکثر ان دعاؤں میں عمر دراز کی دعا شامل ہوتی ہے۔ تو اس پہلو سے تم نیکیاں کرتے چلے جاؤ اگر تمہاری خواہش ہے کہ تم جو بھی مقدر ہے عمر میں اس کی حد تک پہنچو تو تمہاری نیکیاں کرنے کے نتیجہ میں جو لوگ تمہیں دعائیں دیں گے۔ ان دعاؤں کو خدا تعالیٰ قبول فرمائے گا۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَهٗ يُدْعٰى هُنَيًّا......(بخاری کتاب الجہاد والسیر باب اذا اسلم قوم فی دارالحرب......)۔

حضرت زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ھُنَیّ کو محفوظ چراگاہ کا عامل مقرر کیا اور اسے کہا: اے ھُنَی! اپنے بازو مسلمانوں سے روک رکھ اور مظلوم کی بددعا سے بچ کیونکہ مظلوم کی بددعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:"ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ، دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ"۔ ایک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے ترمذی کتاب البر میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ تین اشخاص کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ۱۔ مظلوم کی دعا، ۲۔ مسافر کی دعا، ۳۔ اور والد کی اپنی اولاد کے بارہ میں دعا۔(ترمذی کتاب البر والصلة باب ما جآء فی دعوة الوالدین)

ایک دوسری حدیث میں والد کی بجائے والدہ کا ذکر آتا ہے کہ والدہ اگر اپنی اولاد کے حق میں بددعا کرے تو وہ یونہی بیکار نہیں جایا کرتی۔ اس کو یقیناً کوئی بہت ہی گہرا صدمہ پہنچتا ہے اپنی اولاد کی طرف سے تب اللہ تعالیٰ اس کی بددعا قبول کر لیتا ہے۔ پس یہاں اس حدیث میں جواب مَیں نے پڑھی ہے اس میں والدہ کی بجائے والد کے لفظ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "روزہ دار کی افطاری کے وقت کی دعا ردّ نہیں ہوتی"۔(سنن ابن ماجہ کتاب الصوم)۔ پس افطاری کے وقت "اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ" کی دعا پڑھنے کے ساتھ افطاری کرنی چاہئے۔ اور اس کے ساتھ جو بھی دل میں اچھی دعا آئے وہ کر لی جائے تو وہ وقت ایسا ہے جو قبولیت دعا کا وقت ہے۔

حضرت معاذ بن زہرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ"

(ابوداؤد کتاب الصیام باب القول عند الافطار)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ :اِس کے یہ معنے نہیں کہ جو مانگو وہی ملے۔ کیونکہ دوسرے مقام پر فرمادیا۔ جواب سورۃ انعام آیت ۴۲ میں ہے ﴿بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ﴾" یعنی سورۃ الانعام کی آیت ۴۲ میں ہے تم جو دعا کرتے ہو اللہ اسے قبول فرماتا ہے اور تمہارے ضرر کر دور کر دیتا ہے ﴿اِنْ شَآءَ﴾ اگر اللہ چاہے۔ تو اس لئے یہ خیال کر لینا کہ ہر دعا ضرور قبول ہو گی، مضطر کی بھی ہر دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی حالات پر نظر ہوتی ہے اس لئے اگر وہ چاہے تو یہ دعا قبول ہو گی۔ "یہاں بھی اَنْ کے ساتھ اِس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ: فرمایا ہے یعنی جس قدر تم میرے فرمانبردار ہوتے جاؤ گے ایمان میں ترقی کرتے جاؤ گے اُسی قدر مَیں دعائیں قبول کروں گا۔"(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۸/اپریل ۱۹۰۹ء)

"اگر لوگ پوچھیں کہ روزہ سے کیسے قرب حاصل ہو سکتا ہے تو کہہ دے ﴿فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ. اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ . فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ یعنی مَیں قریب ہوں اور اس مہینہ میں دعائیں کرنے والوں کی دعائیں سنتا ہوں"۔ اب یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہ عمومی آیت ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ اس کا رمضان مبارک سے تعلق ہے اور اس مہینے میں جو تم دعائیں کرو گے مَیں ان کو سنوں گا۔ لیکن "چاہئے کہ پہلے وہ ان احکاموں پر عمل کریں جن کا مَیں نے حکم دیا اور ایمان حاصل کریں تا کہ وہ مراد کو پہنچ سکیں اور اس طرح سے بہت ترقی ہو گی"۔(حقائق الفرقان جلد ۱ صفحہ ۳۰۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:-

"روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قربِ الٰہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کا ذکر فرماتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے: وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ"۔ یہاں فرمایا ہے روزہ جیسے تقویٰ سیکھنے کا ایک ذریعہ ہے ویسے ہی قرب الٰہی حاصل کرنے کا بھی ذریعہ ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں حالانکہ تقویٰ اور قرب الٰہی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ جتنا زیادہ تقویٰ ہو گا اتنا قرب الٰہی ہو گا۔ جتنا قرب الٰہی ہو گا اتنا ہی زیادہ تقویٰ کرو گے۔ فرماتے ہیں: یہ جو آیت ہے "یہ ماہ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے"۔ ﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾ "اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سرِّ الٰہی کا پتہ لگتا ہے کہ اگر وہ اِس ماہ میں دعائیں مانگیں تو مَیں قبول کروں گا لیکن ان کو چاہئے کہ میری باتوں کو قبول کریں اور مجھے مانیں۔ انسان جس قدر خدا کی باتیں ماننے میں قوی ہوتا ہے، خدا بھی ویسے ہی اس کی باتیں مانتا ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس ماہ کو رُشد سے بھی خاص تعلق ہے اور اس کا ذریعہ خدا پر ایمان، اُس کے احکام کی اتباع اور دعا کو قرار دیا ہے۔ اَور بھی باتیں ہیں جن سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے"۔

(الحکم۔ ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء۔ صفحہ ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام روزہ کی حقیقت کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

"روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلّی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے"۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۲۲۔۱۲۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ رمضان شریف میں بہت عبادت کرتے تھے۔ ان ایام میں کھانے پینے کے خیالات سے فارغ ہو کر اور ان ضرورتوں سے انقطاع کر کے تبتّل الی اللہ حاصل کرنا چاہئے"۔

(تقاریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۰۔۲۱)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب میرے بندے میرے بارہ میں سوال کریں توان کو کہہ دے کہ مَیں نزدیک ہوں یعنی جب وہ لوگ جواللہ رسول پرایمان لائے ہیں یہ پتہ پوچھنا چاہیں کہ خداتعالیٰ ہم سے کیا عنایات رکھتا ہے جو ہم سے مخصوص ہوں اور غیروں میں نہ پائی جاویں توان کو کہہ دے کہ مَیں نزدیک ہوں۔ یعنی تم میں اور تمہارے غیروں میں یہ فرق ہے کہ تم میرے مخصوص اور قریب ہو اور دوسرے مہجور اور دور ہیں۔ جب کوئی دعا کرنے والوں میں سے جو تم میں سے دعا کرتے ہیں دعا کرے تو مَیں اس کا جواب دیتا ہوں۔ یعنی مَیں اس کا ہم کلام ہو جاتا ہوں اور اس سے باتیں کرتا ہوں اور اس کی دعا کو پایۂ قبولیت میں جگہ دیتا ہوں۔ پس چاہئے کہ قبول کریں حکم میرے کو اور ایمان لاویں تاکہ بھلائی پاویں"۔

(جنگ مقدس، روحانی خزائن جلد۶ صفحہ ۱۲۶۔ بحث ۲۶/مئی ۱۸۹۳ء)

اس میں جو یہ ہے کہ 'اس کا ہمکلام ہو جاتا ہوں' تو اکثر جو روزے دار ہیں اور اخلاص سے دعائیں بھی کرتے ہیں وہ ہمکلام تو نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ سے۔ تو اس کا کیا مطلب ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا مرتبہ اور مقام ہے اور آپ سے اللہ تعالیٰ یقیناً ہمکلام ہوتا تھا اور بکثرت ہمکلام ہوتا تھا۔ باقی لوگوں سے اس طرح ہمکلام ہوتا ہے کہ ان کی دعائیں سن کر ان کو قبولیت سے پہلے خوابوں کے ذریعہ بتادیتا ہے کہ یہ دعا تیری قبول ہو جائے گی۔ اور پھر بجائے اس کے کہ حالات الٹ اثر دکھائیں وہ حالات کے الٹ جو ناممکن چیز نظر آتی ہے وہ ہو جاتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے جو پہلے سے قبولیت دعا کی خبر دی ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ مَیں بہت نزدیک ہوں۔ یعنی کچھ بڑے دلائل کی حاجت نہیں۔ میرا وجود نہایت اقرب طریق سے سمجھ آسکتا ہے۔ اور نہایت آسانی سے میری ہستی پر دلیل پیدا ہوتی ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارے تو مَیں اس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں جس سے نہ صرف میری ہستی پر یقین آتا ہے بلکہ میرا قادر ہونا بھی بپایۂ یقین پہنچتا ہے۔ لیکن چاہئے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خداترسی کی پیدا کریں کہ مَیں ان کی آواز سنوں اور نیز چاہئے کہ وہ مجھ پر ایمان لاویں اور قبل اس کے جو ان کو معرفت تامہ ملے اس بات کا اقرار دیں کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے اسی کو عرفان دیا جاتا ہے"۔ (ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۰۔۲۶۱)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یہ ایک سچا اور یقینی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔ مگر ہر رطب ویابس کو نہیں۔ کیونکہ جوش نفس کی وجہ سے انسان انجام اور مآل کو نہیں دیکھتا اور دعا کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جو حقیقی بہی خواہ اور مآل بین ہے ان مضرتوں اور بدنتائج کو ملحوظ رکھ کر جو اس دعا کے تحت میں بصورت قبول داعی کو پہنچ سکتے ہیں اسے رڈ کر دیتا ہے"۔ یعنی بسا اوقات انسان اپنی غفلت اور لاعلمی کی وجہ سے ایسی دعا مانگتا ہے جو اس کے حق میں یا اس کی اولاد کے حق میں اچھی نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسی دعا کو رد کر دیتا ہے اور یہ رڈ دعا ہی اس کی قبولیت ہے جو اس کی بھلائی کا موجب بنتی ہے۔ فرمایا "اور یہ رڈ دعا ہی اس کے لئے قبول دعا ہوتا ہے۔ پس ایسی دعائیں جن میں انسان حوادث اور صدمات سے محفوظ رہتا ہے اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ مگر مُضر دعاؤں کو بصورت رڈ قبول فرمالیتا ہے۔ یہ بات بھی بحضور دل سن لینی چاہئے کہ قبول دعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدنظر رکھے۔ اور اس کے غناء ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے۔ اور صلح کاری اور خداپرستی اپنا شعار بنالے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدائے تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے باب استجابت کھولا جاتا ہے"۔ (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۳۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں کثرت سے ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ احباب نے آپ کو دعا کے لئے لکھا لیکن آپ نے فرمایا کہ تم خود بھی اپنے لئے دعا کرو۔ کسی کو ولی سمجھ کر یہ بار ڈال دینا کہ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں یہ انسان کو سچا نفس مطمئنہ نصیب نہیں کر سکتا بلکہ ولی پرست بنا دیتا ہے۔ اس لئے آپؑ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے لئے خود بھی دعا کرو۔ اور ان دعاؤں کے نتیجہ میں بعض دفعہ حیرت انگیز واقعات رونما ہوتے تھے۔ بعض صحابہ کو وہ صورتیں نماز میں دکھائی گئیں جو ایک مقدمہ کی کامیابی کی دعا کرتے وقت آپؑ نے رؤیا میں دیکھی کہ مَیں یہ سورۃ پڑھ رہا ہوں اور وہ عربی سے کلی نابلد تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ بات لکھنے سے پہلے وہ گاؤں کے مولوی کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ یہ الفاظ مَیں نے دیکھے ہیں خواب میں عجیب وغریب سے۔ تو مولوی حیران رہ گیا۔ اس نے کہا تمہیں مطلب نہیں آتا۔ اس نے کہا مجھے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ غالباً یہ چوہدری فتح محمد صاحب کے والد کا ذکر ہے۔ تو انہوں نے کہا مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آتی۔ انہوں نے کہا تم مقدمہ میں کامیاب ہو گئے ہو، سمجھ آئے یا نہ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کی دعا کو قبول کر کے ان کو ذاتی تجربہ قبولیت دعا کا کروادیا۔

سورۃ آل عمران کی ۱۹۶ویں آیت: ﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّي لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى. بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ. فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ. ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ. وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾۔ پس اُن کے ربّ نے اُن کی دعا قبول کرلی (اور کہا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مَرد ہو یا عورت۔ تم میں سے بعض، بعض سے نسبت رکھتے ہیں۔ پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں دکھ دیئے گئے اور انہوں نے قتال کیا اور وہ قتل کئے گئے، میں ضرور ان سے ان کی بدیاں دور کردوں گا اور ضرور انہیں داخل کروں گا ایسی جنتوں میں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ (یہ) اللہ کی جناب سے ثواب کے طور پر (ہے) اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلاء پر ابتلاء آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلاء بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں۔ مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے ربّ کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔ کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبرانا نہیں چاہئے اور بے صبری اور بیقراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہ چاہئے کہ میری دعا قبول قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے"۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۳۴۔۴۳۵)

اب بعض بچے نوجوان گھبراہٹ میں مجھے لکھ دیتے ہیں کہ ہم نے اتنی دعائیں کیں قبول نہیں ہوتیں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے، مایوسی ہے دعاؤں سے۔ دعا تو کرتے چلے جانا چاہئے اللہ تعالیٰ جس رنگ میں بہتر سمجھتا ہے وہ دعا قبول فرمالیتا ہے۔

سورۃ الانفال کی آیت ۱۰: ﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾۔ (یاد کرو) جب تم اپنے ربّ سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری التجا کو قبول

کرلیا(اس وعدہ کے ساتھ) کہ میں ضرور ایک ہزار قطار در قطار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا جو ایک ہزار تھے جبکہ آپؐ کے صحابہ صرف تین سو اور کچھ تھے"۔اور وہ بڑے بڑے گھڑ سوار تھے، بڑے شہ زور سپاہی تھے۔ان کے ساتھ جوش دلانے والی عورتیں گانے گا رہی تھیں اور لڑائی کے لئے تیار کر رہی تھیں اور مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ بعض کے ہاتھ میں صرف لاٹھی ہی تھی اور بعض لنگڑے بھی اس میں شامل تھے، بعض بچے بھی اس میں شامل تھے۔ایک بہت ہی دردناک وقت آیا تھا کہ جس میں جو رسول اللہ ﷺ کی دعائیں تھیں وہی قبول ہوئیں ورنہ جنگ بدر میں جو فرشتوں کا وعدہ ہے وہ آنکھوں سے تو لوگوں نے نہیں دیکھے مگر جیسا وعدہ ہے ویسا یقیناً پورا کر دیا گیا۔

"حضرت عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا جو ایک ہزار تھے جبکہ آپؐ کے صحابہ صرف تین سو اور کچھ تھے۔تب حضورؐ نے قبلہ کی طرف رُخ کیا، اپنے ہاتھ پھیلائے اور اپنے ربّ کو یہ کہتے ہوئے پکارنے لگے:اے میرے اللہ!اپنا وہ وعدہ پورا کر جو تُو نے مجھ سے کیا ہے۔اے اللہ!اگر آج تُو نے مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر زمین میں تیری عبادت نہیں ہو گی"۔اب یہ نعوذباللہ من ذٰلك کوئی دھمکی نہیں ہے۔ مطلب یہ تھا کہ جیسے عُبّاد مَیں نے تیار کئے ہیں ویسے تو پھر کبھی تیار نہیں ہو سکتے۔ تو یہی ہیں جنہوں نے عبادت کے گُر مجھ سے سیکھے ہیں اگر یہ مارے گئے تو پھر کون تیری عبادت کرے گا۔"آپؐ اسی طرح قبلہ رُخ ہو کر ہاتھ پھیلاتے ہوئے اپنے ربّ کو بار بار پکارے جا رہے تھے یہاں تک کہ آپؐ کی چادر آپؐ کے شانۂ مبارک سے گر گئی۔ اس پر ابو بکرؓ آپ کے پاس آئے، آپ کی چادر اٹھائی اور آپؐ کے شانۂ مبارک پر رکھی اور پیچھے سے آپؐ کے ساتھ لپٹ گئے اور عرض کی:اے اللہ کے نبی! آپ نے اپنے ربّ کو کافی واسطے دے لئے۔ یقیناً وہ آپؐ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کرے گا۔اس پر اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:﴿اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ﴾"۔(ترمذی۔ کتاب التفسیر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"ہمارا زندہ حیّ و قیوم خدا ہم سے انسان کی طرح باتیں کرتا ہے۔ ہم ایک بات پوچھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں تو وہ قدرت کے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ جواب دیتا ہے۔اگر یہ سلسلہ ہزار مرتبہ تک بھی جاری رہے تب بھی وہ جواب دینے سے اعراض نہیں کرتا۔ وہ اپنے کلام میں عجیب در عجیب غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے اور خارق عادت قدرتوں کے نظارے دکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ یقین کرا دیتا ہے کہ وہ وہی ہے جس کو خدا کہنا چاہئے۔ دعائیں قبول کرتا ہے اور قبول کرنے کی اطلاع دیتا ہے۔وہ بڑی بڑی مشکلات کا حل کرتا ہے اور جو مُردوں کی طرح بیمار ہوں ان کو بھی کثرتِ دعا سے زندہ کر دیتا ہے اور یہ سب ارادے اپنے، قبل از وقت اپنے کلام سے بتلا دیتا ہے۔ خدا وہی خدا ہے جو ہمارا خدا ہے۔ وہ اپنے کلام سے جو آئندہ کے واقعات پر مشتمل ہوتا ہے ہم پر ثابت کرتا ہے کہ زمین و آسمان کا وہی خدا ہے۔ وہی ہے جس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے طاعون کی موت سے بچاؤں گا اور نیز ان سب کو جو تیرے گھر میں نیکی اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، بچاؤں گا۔اس زمانے میں کون ہے جس نے میرے سوا ایسا الہام شائع کیا اور اپنے نفس اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں اور دوسرے نیک انسانوں کے لئے جو اس کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوں خدا کی ذمہ داری ظاہر کی"۔(نسیم دعوت صفحہ ۸۲)

اب واقعہ یہ ہے کہ احمدی مؤرخ لکھتے ہیں، یقینی طور پر قابل اعتماد لوگ۔وہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں ایک چوہا بھی طاعون سے بیمار نہیں ہوا اور کلیۃً حفاظت فرمائی گئی۔ جن لوگوں کو شک بھی تھا ان کا شک بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود جا کر دور کر دیا۔چنانچہ حضرت مولوی محمد علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ روایت آتی ہے کہ جب وہ طاعون سے بیمار ہوئے تو طاعون کی گٹھلی نکل آئی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ طبابت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے دیکھا اور بتایا کہ یہ قطعی علامت طاعون کی ظاہر ہو چکی ہے اب اس سے کوئی مفر نہیں۔ اور بخار ایسا تھا جیسے آسمان سے باتیں کر رہا ہو اور شدید گھبراہٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلاتے تھے۔اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتنا قطعی ایمان ہے کہ لوگ تو طاعون والے کے قریب بھی نہیں پھٹکتے کیونکہ اس سے ڈر ہوتا ہے کہ ان کو بھی طاعون نہ ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے بلانے پر خود وہاں پہنچے اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا مولوی صاحب! آپ کو بخار کہاں ہے؟، بخار تو کوئی بھی نہیں۔ اچانک بخار بالکل غائب ہو گیا، گٹھلی بیٹھ گئی اور مولوی محمد علی صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے کہ ہیں! یہ کیا واقعہ ہوا ہے۔ مجھے تو کوئی تپ نہیں، کوئی تکلیف نہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ایک معجزہ تھا۔اتنے کثرت سے خدا تعالیٰ نے نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت اگر حضرت مسیح موعودؑ کے معجزات اور نشانات کو دیکھنا شروع کرے تو لامتناہی ہونگے۔ ہر گھر میں کوئی نہ کوئی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشان مل جاتا ہے۔

ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۹۰۔ "مَیں سچ کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری چلاہٹ ایسی ہی اضطراری ہو تو وہ اس کے فضل اور رحمت کو جوش دلاتی ہے اور اس کو کھینچ لاتی ہے۔ اور مَیں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور رحمت کو جو قبولیتِ دعا کی صورت میں آتا ہے مَیں نے اپنی طرف کھینچتے ہوئے محسوس کیا ہے بلکہ مَیں تو یہ کہوں گا کہ دیکھا ہے۔ہاں آج کل کے زمانہ کے تاریک دماغ فلاسفر اس کو محسوس نہ کر سکیں یا نہ دیکھ سکیں تو یہ صداقت دنیا سے اٹھ نہیں سکتی۔ اور خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ مَیں قبولیت دعا کا نمونہ دکھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں"۔

اب یہ چیلنج کرنا سب دنیا کو کہ میرے پاس آکر رہو اور قبولیت دعا کے نمونے دیکھو یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ کس کے اختیار میں ہے اتنا بڑا چیلنج اور جو لوگ بھی آتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبولیت دعا کا کوئی نہ کوئی نمونہ وہاں قیام کے دوران دیکھ کر جاتے تھے۔

سورۃ یوسف کی آیت ہے:﴿ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ . وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ. فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ کَیْدَهُنَّ . اِنَّهٗ هُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴾۔اس نے کہا(یعنی حضرت یوسفؑ نے) اے میرے ربّ! قید خانہ مجھے زیادہ پیارا ہے اس سے جس کی طرف وہ مجھے بلاتی ہیں۔اور اگر تُو مجھ سے اُن کی تدبیر (کامُنہ) نہ پھیر دے تو میں ان کی طرف جھک جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پس اس کے ربّ نے اُس کی دعا کو سنا اور اس سے ان کی چال کو پھیر دیا۔ یقیناً وہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔(سورۃ یوسف :۳۴-۳۵)

یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بات کہی ہے جو بظاہر تو حضرت یوسف کی نعوذباللہ من ذلک، گستاخی نظر آتی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شان بتانے کی خاطر ایک موازنہ کیا ہے۔ "اَحَبُّ اِلَیَّ: حضرت یوسفؑ نے تو کہا مجھے قید پسند ہے"۔ اور اللہ نے قید خانہ میں ڈال بھی دیا۔ "مگر ہمارے نبی کریم ﷺ نے کبھی ایسا لفظ نہیں بولا۔ آپؐ ہمیشہ عفو ہی مانگتے رہے اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ۔ انسان کو نہیں چاہئے کہ اپنے لئے مصیبت مانگے"۔

(ضمیمہ اخبار بدر۔ قادیان۔ ۳۰؍ دسمبر ۱۹۰۹ء)

پس اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کی شان تو بہرحال کسی صورت میں کم نہیں ہوتی کیونکہ وہ جو دعا تھی اور اس کے بہت ہی اور پیچھے منظر تھے۔ اگر وہ قید خانہ والی دعا آپ نہ مانگتے تو قیدی بننے کی حالت میں جو دو قیدی آپ کے ساتھ قید ہوئے تھے ان کی خوابوں کا انجام نہ بتاتے۔ نہ بادشاہ وقت کا قریبی جو نجات پا کر بادشاہ کے پاس پہنچا تھا اس کی خوابوں کی تعبیر سننے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آتا۔ نہ اس طرح کثرت کے ساتھ فاقوں کے مارے ہوئے لوگوں کی روٹی کا انتظام ہوتا۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے یہ بات جو کہہ دی ہے یہ ان باریک مضمرات کو نظر

انداز کر کے فرمائی ہے۔ صرف رسول اللہ کی محبت میں، آپ کے عشق میں، آپ کے بہتر ہونے کا ثبوت دیا ہے کہ آپ نے اپنے لئے قید کی دعا نہیں کی مگر حضرت یوسف کی دعا میں بہت سی باریک حکمتیں ہیں جو لامتناہی نتائج اپنے اندر رکھتی ہیں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو دعائیں اپنے لئے روز مانگا کرتے تھے آپ خود فرماتے ہیں: "اول: اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ دوم: پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ سوم: پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔ چہارم: پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام۔ پنجم: اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۰۹۔جدید ایڈیشن)

ان میں سے جو چہارم ہے 'مخلص دوستوں کے لئے نام بنام'۔ اب تو اس کثرت کے ساتھ خط آتے ہیں کہ ان مخلص دوستوں کے لئے نام بنام دعا کرنا میرے لئے ناممکن ہو جاتا ہے سوائے اس کے کہ وہ خط پڑھتے وقت اس وقت میں نام لے کر دعا کرتا رہتا ہوں۔ اور پھر تہجد کی نماز میں عمومی قسموں کے لحاظ سے تقسیم کر کے ان کے لئے دعا مانگتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات۔﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ .اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ . وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾۔ اور جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو مَیں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اور مَیں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا سب لوگوں کے لئے رحمت کا سامان پیش کروں"۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

"پھر ۲؍ فروری ۱۹۰۳ء کا الہام ہے "اِنِّی مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْكَ بَغْتَةً .دُعَآءُ كَ مُسْتَجَابٌ"۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۵ مورخہ ۷؍ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۶)

مَیں فوجوں کے ساتھ ناگہانی طور پر آؤں گا۔ تیری دعا مقبول ہوئی۔

(تذکرہ صفحہ ۴۶۰ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر ایک الہام ہے ۱۸۷۷ء کا کہ "مَیں تیری ساری دعائیں قبول کروں گا۔ مگر شرکاء کے بارہ میں نہیں۔(حقیقۃ الوحی ، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۵۴)

اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ واقعہ بھی لکھتے ہیں جو آپ نے اپنے شرکاء کے بارہ میں دعا کی اور قبول نہیں ہوئی۔ اور آپ کو پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ یہ دعا قبول نہیں ہوگی۔ اور شرکاء کو آپؑ نے کہا کہ اس مقدمہ سے باز آ جائیں ان کو ناکامی ہوگی۔ لیکن وہ باز نہیں آئے۔ اس کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں لکھتے ہیں:

"مرزا اعظم بیگ سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے ہمارے بعض بے دخل شرکاء کی طرف سے ہماری جائیداد کی ملکیت میں حصہ دار بننے کے لئے ہم پر نالش دائر کی۔ اور ہمارے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم اپنی فتحیابی کا یقین رکھ کر جواب دہی میں مصروف ہوئے۔ مَیں نے جب اس بارہ میں دعا کی تو خدائے علیم کی طرف سے مجھے الہام ہوا کہ "اُجِیْبُ كُلَّ دُعَآئِكَ اِلَّا فِی شُرَكَآئِكَ"۔ پس مَیں نے سب عزیزوں کو جمع کر کے کھول کر سنا دیا کہ خدائے علیم نے مجھے خبر دی ہے کہ تم اس مقدمہ میں ہرگز فتحیاب نہ ہوگے اس لئے اس سے دست بردار ہو جانا چاہئے۔ لیکن انہوں نے ظاہری وجوہات اور اسباب پر نظر کر کے اور اپنی فتحیابی کو متیقن خیال کر کے میری بات کی قدر نہ کی اور مقدمہ کی پیروی شروع کر دی اور عدالت ماتحت میں میرے بھائی کو فتح بھی ہوگئی۔ لیکن خدائے عالم الغیب کی وحی کے برخلاف کس طرح ہو سکتا تھا۔ بالآخر چیف کورٹ میں میرے بھائی کو شکست ہوئی اور اس طرح اس الہام کی صداقت سب پر ظاہر ہوگئی"۔

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۹۱،۵۹۰)

پس ابتدائی طور پر جو ان کو فتح ہوئی یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کامل یقین تھا کہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ کی بات پوری نہ ہو۔ وہ اس وقت وقتی طور پر بغلیں بجاتے ہونگے لیکن سپریم کورٹ میں جا کر پھر اس مقدمہ کا آخری فیصلہ ہو گیا جس کے بعد اور کوئی اپیل نہیں ہوتی۔